پاکستان

میڈیا فریڈم

رپورٹ 2020ء

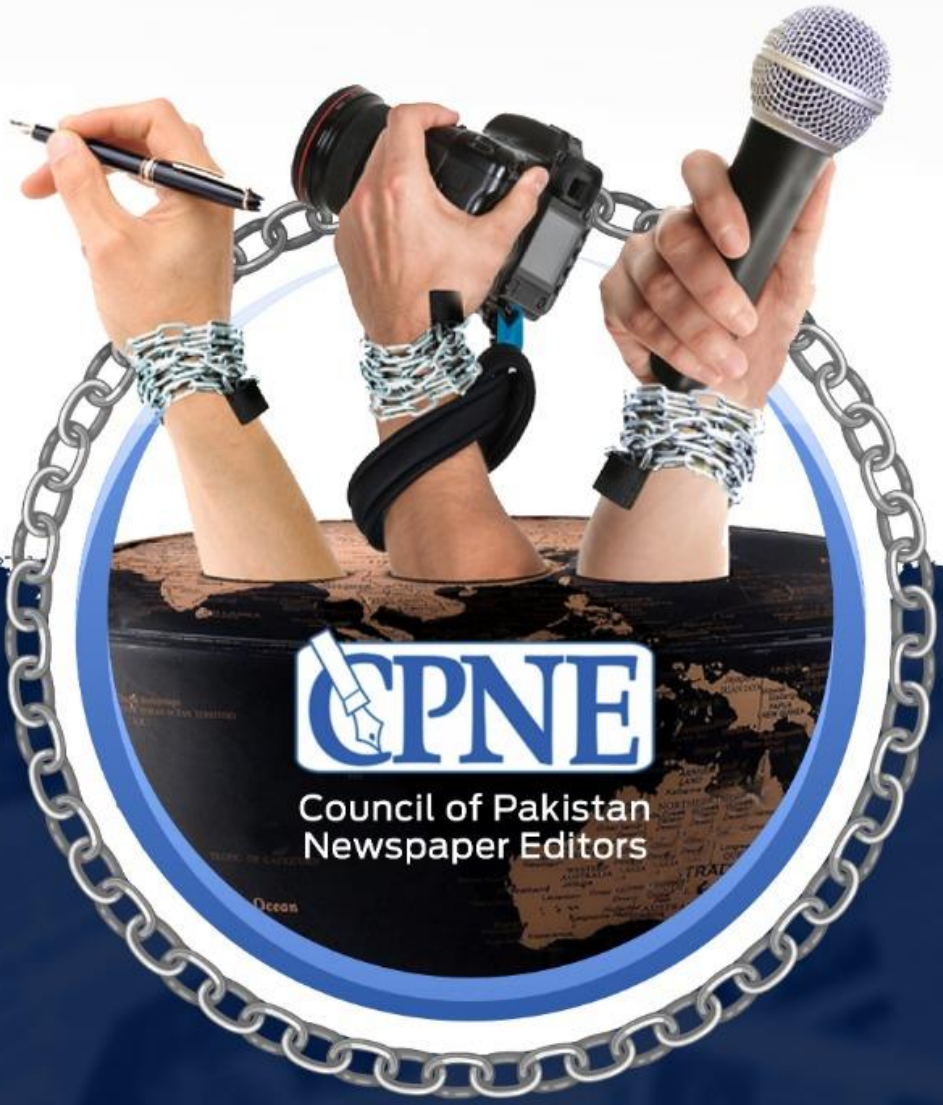

جاری کردہ

سی پی این ای سیکریٹریٹ، کراچی، پاکستان۔

www.cpne.pk

فہرست

- رپورٹ کا خلاصہ 3
- سی پی این ای۔ پاکستان میڈیا فریڈم رپورٹ 2020ء 5
- میڈیا پر کورونا وباء کی وجہ سے پڑنے والے اثرات 6
- پاکستان میں کورونا وباء کی وجہ سے جان گنوانے والے صحافی 6
- صحافی، جو فرائض کی انجام دہی کے دوران مارے گئے 7
- صحافی، جنہیں مختلف عوامل کے ذریعے دھمکیوں اور دباؤ کا نشانہ بنایا گیا 8

1. جسمانی تشدد کے واقعات 8
2. جھوٹے مقدمات اور گرفتاریاں 8
3. اغواء اور غائب کرنے کے واقعات 10
4. نامعلوم فون کالز کے ذریعے ہراساں کرنے کے واقعات 10
5. آن لائن ہراساں کرنے کے واقعات 11
6. ادبی مواد کو نشانہ بنانے کے واقعات 11
7. میڈیا ہاؤسز کی بندش اور میڈیا ملازمین کی برطرفی 12
8. دیگر مختلف ذرائع سے دھمکانے کے واقعات 14

- پیمرا اور پی ٹی اے کا کردار 15
- سوشل میڈیا پر کنٹرول کرنے کیلئے قانون سازی 16
- سابقہ مقدمات میں پیش رفت کا جائزہ 17

رپورٹ کا خلاصہ

سال 2020ء میں صحافتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران کم از کم 10 پاکستانی صحافیوں کو قتل کیا گیا۔ جب کہ متعدد صحافیوں کو اغوا، تشدد کا نشانہ اور دھمکی آمیز فون موصول ہوئے۔ مذکورہ سال وبائی مرض کورونا وائرس کے باعث پاکستان سمیت دنیا بھر میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح میڈیا کو بھی معاشی مسائل کا سامنا رہا۔ پوری دنیا کے میڈیا نے اظہار رائے کی آزادی کے حوالے سے نئے اور مختلف چیلنجز کا مقابلہ کیا۔ پاکستانی میڈیا پر بھی اس وباء کا براہ راست اثر ہوا، ایک جانب نیوز روم میں حفاظتی اقدامات اپنانے کے حوالے سے پریشانی کا سامنا رہا تو دوسری جانب کورونا وائرس کی رپورٹنگ کے دوران بھی احتیاطی تدابیر (SOPs) کے مسائل درپیش رہے۔

سی پی این ای کی سالانہ رپورٹ "سی پی این ای - میڈیا فریڈم رپورٹ - 2020ء" کے مطابق کورنا وائرس کے باعث ملک بھر میں کم از کم 8 سے زیادہ صحافی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور متعدد صحافی کوویڈ۔19 کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔ سینئر صحافی محمد حنیف اور سہیل وڑائچ کی کتابیں لاہور اور کراچی میں حکام کی جانب سے ضبط کی گئیں۔ پاکستان رینجرز کے اہلکاروں نے پریس کلب کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے 27 جولائی 2020ء کو کراچی پریس کلب پر چھاپہ مارا۔

پی ٹی آئی کے سینئر رہنما جہانگیر ترین نے اینکر پرسن شاہ زیب خانزادہ اور وسیم بادامی پر ہتک عزت کا مقدمہ کرتے ہوئے دونوں صحافیوں کو ایک ایک ارب روپے ہرجانے کا نوٹس بھجوایا۔ ان کا موقف تھا کہ دونوں اینکرز نے اپنے پروگراموں میں ان پر جھوٹا الزام عائد کیا ہے کہ ملک میں چینی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے ذمہ داروں میں شوگر مافیا سمیت جہانگیر ترین بھی اجتماعی طور پر شامل ہیں۔

مذکورہ سال کے دوران متعدد اخباروں کو اپنا کاروبار بند کرنا پڑا۔ وفاقی وزارت اطلاعات نے چھ ہزار سے زیادہ اشاعتوں کو ڈمی اخبارات قرار دینے کے بعد ان کی رجسٹریشن معطل کر دی۔ اس کے ساتھ ہی، وفاقی وزارت اطلاعات اور پریس رجسٹرار نے ان تمام پرنٹنگ پریس کو، جہاں اخبارات چھپ رہے تھے، رجسٹریشن کی کارروائی مکمل کرنے کے لیے 15 اپریل کی مہلت دی۔ بعد ازاں 6 جون کو پریس رجسٹرار کے حکم پر غیر رجسٹرڈ اشاعتوں، پرنٹنگ پریسوں اور خبر رساں اداروں کو بند کر دیا گیا۔

اگست 2020ء میں پاکستان براڈکاسٹ کارپوریشن (پی بی سی) نے ریڈیو پاکستان کے 320 ملازمین کو بغیر کسی پیشگی اطلاع کے ملازمت سے فارغ کر دیا۔ بعد ازاں 21 اکتوبر 2020ء کو ریڈیو پاکستان کے مزید 749 کنٹریکٹ ملازمین کی خدمات کو کسی پیشگی اطلاع کے بغیر ختم کر دیا گیا۔

دو میڈیا ملازمین تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے سبب معاشی دباؤ برداشت نہ کر سکے اور زندگی کی بازی ہار گئے۔ ان میں سے ایک کیپٹل ٹی وی سے وابستہ کیمرہ مین فیاض علی تھے، جو بغیر تنخواہ کے نوکری سے نکالے جانے پر شدید صدمہ کے باعث حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔

فیاض علی 10 ماہ سے بغیر تنخواہ کام کر رہے تھے۔ جب کہ دوسرے، بول نیوز کراچی ہیڈ آفس کے پی سی آر میں بطور ایسوسی ایٹ پروڈیوسر کام کرنے والے نوجوان معاذ اختر تھے، جس نے تنخواہوں کی عدم ادائیگی اور گھریلو مسائل سے تنگ آکر 5 نومبر 2020ء، کو خودکشی کرلی۔

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) نے متعدد موقعوں پر ٹی وی چینلز کو نوٹسز جاری کرکے اور غیر ضروری طور پر قانون سازی کے ذریعے میڈیا کو قابو کرنے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں میڈیا حلقوں میں شدید کشمکش اور سراسیمگی کی صورتحال پیدا ہوگئی۔

علاوہ ازیں روایتی میڈیا کو قابو کرنے کے ساتھ ساتھ ویب ٹی وی اور اوور دی ٹاپ (او ٹی ٹی) مواد کی خدمات کے مجوزہ قواعد وضوابط کے ذریعے نئے میڈیا (سوشل میڈیا) کو بھی قابو کرنے کے لیے کوششیں کی گئیں۔ جسے سی پی این ای سمیت 18 سے زائد تنظیموں اور بااثر شخصیات نے غیر ضروری قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا۔

حکومت کے اس غیر آئینی اور متعصبانہ اقدام کے باعث سوشل میڈیا کمپنیوں نے پاکستان چھوڑنے کے ارادے کا اظہار کیا، جس سے ملک میں آن لائن آزادی اظہار رائے کی صورتحال مزید سنگین ہوگئی۔ مزید برآں وزارت انفارمیشن ٹیکنالوجی نے سوشل میڈیا قوانین پر نظر ثانی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ 18 نومبر کو انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وزارت نے سوشل میڈیا کے لئے "غیر قانونی آن لائن مواد کو ختم کرنے اور مسدود کرنے (ضابطے، نگرانی اور حفاظتی اقدامات) کے قواعد 2020ء" کے عنوان سے قانون تشکیل دیا۔ جس کے خلاف 18 دسمبر 2020ء کو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی۔ تاہم اس قانون کے نفاذ سے حکومت کو ڈیجیٹل مواد پر پابندی جاری رکھنے کا قانونی اختیار مل گیا ہے۔

سی پی این ای۔ پاکستان میڈیا فریڈم رپورٹ 2020ء

اعداد و شمار کے مطابق سال 2020ء میں صحافتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران کم از کم 10 پاکستانی صحافی مارے گئے۔ متعدد صحافیوں کو اغوا، تشدد کا نشانہ اور دھمکی آمیز فون کال کے ذریعے ہراساں کیا گیا۔ اس سال وبائی مرض کورونا وائرس کے باعث پاکستان سمیت دنیا بھر میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح میڈیا کو بھی سنگین چیلنجز کا سامنا رہا۔ پوری دنیا کے میڈیا نے اظہار رائے کی آزادی کے حوالے سے نئے اور مختلف چیلنجز کا مقابلہ کیا۔ پاکستانی میڈیا پر بھی اس وبا کا براہِ راست اثر ہوا۔ ایک جانب نیوز روم میں حفاظتی اقدامات اپنانے کے حوالے سے پریشانی کا سامنا رہا تو دوسری جانب کورونا وائرس کی رپورٹنگ کے دوران بھی سخت مسائل درپیش رہے۔

مختلف ذرائع ابلاغ سے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق، صحافیوں کو اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے رپورٹنگ کے میدان میں سنگین اور خطرناک چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک جانب صحافی اور میڈیا ملازمین نیوز کوریج کے دوران فرنٹ لائنر کی حیثیت سے کووڈ-19 سے نبرد آزما تھے تو دوسری جانب حقائق سامنے لانے کی جنگ میں آزادی صحافت اور آزادی اظہارِ رائے کے حوالے سے بھی انہیں سخت مشکلات کا سامنا رہا۔

گزشتہ انتخابات میں پی ٹی آئی کی کامیابی کا سہرا بے مثال میڈیا کوریج اور سوشل میڈیا کے سر ہے۔ لیکن اس کے باوجود برسر اقتدار آنے کے بعد حکومتی عہدیداران مسلسل صحافیوں کو صحافتی ذمہ داریاں ادا کرنے پر ان کے خلاف قانونی کارروائیاں اور بین الاقوامی فورمز پر، صبح کے اخبارات نہ پڑھنے اور شام کے ٹی وی ٹاک شوز نہ دیکھنے، جیسے بیانات جاری کرکے ان کے لیے مزید مشکلات کا سبب بن رہی ہے۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا ہے کہ جب حکومتی عہدیداران نے آزادی اظہارِ رائے پر قدغن لگانے کی کوشش کی ہو، بلکہ متعدد مواقع پر اعلیٰ حکام کی جانب سے قومی اور بین الاقوامی پلیٹ فارمز پر میڈیا کی آزادی کے خلاف بیان بازی کی گئی۔ ستمبر 2020ء میں الجزیرہ کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیر اعظم عمران خان کا کہنا تھا کہ "بدقسمتی سے یہ ہم ہیں - حکومت اور وزراء۔ جو میڈیا سے خود کو 'غیر محفوظ' محسوس کرتے ہیں"۔

اس سے قبل اپریل 2020ء میں ایک اور موقع پر یوٹیوبرز سے ملاقات کے دوران وزیر اعظم نے صحافیوں پر 'لفافہ جرنلزم' کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ "پاکستانی میڈیا سیاستدانوں کی 'بدعنوانی' کو چھپانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ٹی وی اینکرز کو حکومت مخالف پروگرام کرنے کے لئے رقم دی جاتی رہی ہے اور حالات حاضرہ کے شوز لوگوں کے لئے 'بے معنی' ہوگئے ہیں۔"

آزادی صحافت سے متعلق تحقیقاتی رپورٹس کے مطابق، جنوری 2020ء سے دسمبر 2020ء کے دوران پاکستان میں صحافیوں نے بڑھتی ہوئی پابندیوں کے باوجود صحافتی ذمہ داریاں بھرپور انداز میں نبھائی۔ مختلف عوامل کے ذریعے آزادی اظہارِ رائے کو محدود کرنے کی سازشوں نے زور پکڑا۔ صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنانے اور جان لیوا حملوں سے لے کر ذرائع ابلاغ کے اداروں میں مالی بحران پیدا کرنے تک تمام ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ مگر ان عوامل کے پس پردہ کارفرماؤں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ میڈیا اور پرنٹنگ پریس کے اداروں پر چھاپہ مار کارروائیاں

بھی ہوئیں۔ میڈیا کے حلقوں نے ان کاروائیوں کو میڈیا پر دباؤ قرار دیا۔ ملک میں ایسی فضا رہی جیسے صحافیوں اور میڈیا کارکنوں پر حملے کرنے والوں کو سزا سے استثنیٰ حاصل ہو۔ ملک کا قانونی نظام صحافیوں کے دفاع و انصاف فراہم کرنے میں بے سود ثابت ہو رہا ہے، جو کہ ایک تشویش ناک صورتحال ہے۔

میڈیا پر کورونا وباء کی وجہ سے پڑنے والے اثرات

میڈیا سے منسلک تمام افراد نے ملک میں کووید۔19 کے بڑھتے ہوئے واقعات سے نمٹنے کے لئے سخت جدوجہد کی۔ چونکہ میڈیا کارکنوں اور صحافیوں کو فرائض انجام دینے کے لئے صف اول میں رہنا لازمی تھا، انہیں اکثر اوقات رپورٹنگ اور نیوز کوریج کی خاطر ان افراد سے بات چیت کرنا پڑی جو کورونا کا شکار ہو چکے ہوں یا پھر ان کے علاج پر مامور ہوں۔ جس کی وجہ سے صحافی، کیمرہ مین اور دیگر افراد تیزی سے اس وباء کا شکار ہوئے۔ جن میں 9 صحافی اس مہلک وباء کے خلاف زندگی کی جنگ لڑتے لڑتے جان کی بازی ہار گئے۔ یہ ایک تشویشناک صورتحال تھی، جو میڈیا کارکنوں کی حفاظت کو یقینی بنانے اور وائرس سے بچاؤ کے لئے ضروری اقدامات کے نفاذ میں غیر سنجیدگی اور لاپرواہی کی عکاسی کرتی ہے۔

میڈیا ملازمین و صحافیوں کو کورونا وائرس سے بچاؤ کے حفاظتی اقدامات کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ دیگر نئے چیلنجز کا سامنا بھی رہا، جیسے وبائی صورتحال کی کس طرح رپورٹنگ کی جائے، خبر کی تصدیق کرنا ایک پیچیدہ عمل تھا، کیوں کہ اس حوالے سے سوشل میڈیا پر کئی جعلی خبروں کا انمبار موجود تھا۔ اعداد و شمار کی درستگی بھی ایک اہم مسئلہ تھا۔ علاوہ ازیں کورونا وائرس سے بچاؤ کی خاطر دنیا بھر کو لاک ڈاؤن کے سبب معاشی بحران برداشت کرنا پڑا، جب کہ پاکستان میں اس کے ساتھ ساتھ میڈیا اداروں اور میڈیا کارکنوں نے حکومتی بیان بازی کا بھی ڈٹ کر سامنا کیا۔

پاکستان میں کورونا وباء کی وجہ سے جان گنوانے والے صحافی

- 27 اپریل 2020ء کو سرکاری نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (اے پی پی) کے سابق چیف رپورٹر اور اے پی پی ایمپلائز یونین کے سابق صدر ظفر رشید بھٹی کورونا وائرس کے سبب انتقال کر گئے۔
- 30 اپریل 2020ء کو روزنامہ خبریں کے کرائم رپورٹر محمد انور سندھ کے شہر سکھر میں کورونا کے باعث انتقال کر گئے۔
- 28 مئی 2020ء کو سینئر صحافی فخر الدین سید جو 92 نیوز سے وابستہ تھے، پشاور کے حیات آباد میڈیکل کمپلیکس (ایچ ایم سی) میں کورونا وائرس کے خلاف زندگی کی بازی ہار گئے۔

- 28 مئی 2020ء کو ریڈیو پاکستان کے دو ملازمین، سینئر براڈکاسٹ انجنیئر محمد اشفاق اور خاتون اردو نیوز کاسٹر ہما ظفر، بھی کورونا وائرس سے دم توڑ گئے۔ ریڈیو پاکستان کے مطابق سینئر براڈکاسٹ انجنیئر محمد اشفاق مستقل ملازم اور انتہائی قابل شخص تھے جبکہ ہما ظفر کنٹریکٹ پر گزشتہ 20 برس سے ریڈیو پاکستان سے منسلک اور پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن میں اردو خبریں پڑھ رہی تھیں۔
- 25 جون 2020ء کو معروف تجزیہ کار و صحافی ابو طالب نظامی عرف اے ٹی نظامی 88 برس کی عمر میں کورونا وائرس کے باعث چل بسے۔
- 14 ستمبر 2020ء کو سندھ کے ضلع بدین میں نجی چینل جیو نیوز کے سینئر صحافی حنیف زئی کورونا وائرس سے دم توڑ گئے۔
- 14 نومبر 2020ء کو نجی چینل جیو نیوز کے سینئر صحافی ارشد وحید چوہدری بھی کووڈ-19 سے انتقال کر گئے۔
- 17 دسمبر 2020ء کو نجی ٹی وی چینل ہم نیوز سے وابستہ سینئر صحافی طارق محمود ملک 50 سال کی عمر میں کورونا وائرس سے زندگی کی بازی ہار گئے۔

صحافی، جو فرائض کی انجام دہی کے دوران مارے گئے

دستیاب اعداد و شمار کے مطابق جنوری 2020ء تا دسمبر 2020ء تک صحافتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران کم از کم 10 پاکستانی صحافی مارے گئے۔ ان میں ساجد حسین بھی شامل تھے، جنہوں نے صوبہ بلوچستان میں علیحدگی کی مبینہ تحریک سے متعلق رپورٹنگ کے سبب دھمکیاں ملنے پر پاکستان چھوڑ کر سوئیڈن میں خود ساختہ جلاوطنی اختیار کرلی تھی۔ اطلاعات کے مطابق 2 مارچ 2020ء، کو انہیں اسٹاک ہوم سے اُپسلا جاتے ہوئے اغوا کیا گیا تھا۔ بعد ازاں 23 اپریل 2020ء کو ان کی لاش اُپسلا کے باہر دریائے فیرس سے ملی تھی۔ آزادیِ اظہارِ رائے کی مختلف تنظیم کی جانب سے خدشہ ظاہر کیا گیا کہ ساجد کی موت کا سبب ان کا صحافتی کام ہو سکتا ہے۔ دوسری جانب پاکستان میں تین صحافیوں، ذوالفقار مندرانی، شاہینہ شاہین اور قیص جاوید، کو نامعلوم افراد نے انہی کے گھروں میں گھس کر قتل کیا۔ قیص جاوید عیسائی تھے، ان کے اہل خانہ کے مطابق انہیں اپنے عقیدے کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ جاوید اللہ خان، انور جان کھیتران، عابد حسین عابدی، نور حسن لنجوانی اور ملک نظام تانی، اپنے گھروں کو لوٹتے ہوئے قریبی علاقوں میں نامعلوم افراد کی فائرنگ کا نشانہ بنے۔ جبکہ ایک سندھی نیوز چینل (کے ٹی این) کے رپورٹر عزیز میمن کی لاش سندھ کے شہر محراب پور کی ایک نہر سے ملی۔ پولیس کے مطابق مقتول کو تار سے گلہ دبا کر قتل کیا گیا تھا۔

بدقسمتی سے پاکستان ان ممالک میں سے ایک ہے جہاں صحافیوں کو ماورائے عدالت اور انتہائی سفاکی سے قتل کیا جاتا ہے اور ان کے قاتلوں کو غیر اعلانیہ استثنیٰ بھی مل جاتا ہے۔ صرف عزیز میمن اور انور جان کھیتران کے معاملے میں مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) تشکیل دی گئی تھی، لیکن

اس کے باوجود عزیز میمن کے قتل کا معمہ حل نہیں ہو سکا ہے۔ یہی صورتحال ڈی آئی خان سے تعلق رکھنے والے قیص جاوید کے قتل کی بھی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صحافیوں اور میڈیا ملازمین کے کسی بھی ایک قاتل کو انصاف کے کٹہرے میں نہیں لایا گیا ہے۔

صحافی، جنہیں مختلف عوامل کے ذریعے دھمکیوں اور دباؤ کا نشانہ بنایا گیا

صحافیوں اور میڈیا کارکنان کی ایک بڑی اکثریت کو جان بوجھ کر مختلف حربوں کے ذریعے سے دباؤ کا نشانہ بنایا گیا، جن میں جسمانی حملوں، دھمکیوں، اعلیٰ حکام کی جانب سے ہراساں کیا جانا، ان کے خلاف جعلی مقدمات کا اندراج، جعلی ایف آئی آر درج کروانا اور انہیں غیر قانونی طور پر گرفتار کرنا شامل ہیں۔ صحافیوں کو صحافتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران اعلیٰ حکام، عہدیداران اور حکومت کی جانب سے زبانی و جسمانی طور پر ہراساں کیا جانا، ملک میں صحافیوں کی آزادی اور حفاظت کے حوالے سے تاریک صورتحال کی منظر کشی کرتا ہے۔ مختلف ذرائع کے مطابق سال 2020ء میں صحافیوں اور میڈیا ملازمین کو دھمکیاں موصول ہونے کے متعدد واقعات کی شکایات موصول ہیں جنہیں سی پی این ای نے اپنی "پاکستان میڈیا فریڈم رپورٹ 2020ء" میں مندرجہ ذیل زمروں میں ترتیب دیا ہے:

1. جسمانی تشدد کے واقعات

مختلف واقعات میں صرف صحافی ہی نہیں بلکہ ان کے اہل خانہ بھی جسمانی حملوں اور ازیت کا شکار ہوئے۔ رپورٹز کے مطابق کم از کم 10 صحافیوں کو نہ صرف غیر ریاستی اداروں بلکہ ریاستی اداروں کی جانب سے براہ راست جسمانی حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔

جسمانی طور پر ہراساں کئے جانے والے صحافی اور میڈیا ملازمین میں، وش نیوز کے رپورٹر سجاد نور اور کیمرہ مین ریحان بزنجو، روزنامہ سندھ کے جمیل احمد مہر، سماء ٹی وی کے رپورٹر سعید علی اچکزئی اور سنجے سدھوانی، خیبر نیوز ٹی وی کے صحافی عبدالمتین اچکزئی، 92 نیوز (حیدرآباد) کے بیورو چیف حمید الرحمٰن، مقامی صحافی تنویر الدین برکی اور آن لائن نیوز میڈیا وائس پی کے ڈاٹ کام کے دو صحافی شامل ہیں۔

2. جھوٹے مقدمات اور گرفتاریاں

اطلاعات کے مطابق حکومت کے عہدیداروں اور دیگر سرکاری محکموں نے صحافیوں کے خلاف متعدد مقدمات درج کروائے۔ سال 2020ء کا سب سے ہائی پروفائل کیس جنگ اور جیو میڈیا گروپ کے ایڈیٹر ان چیف میر شکیل الرحمٰن کا تھا۔ جنہیں قومی احتساب بیورو

(نیب) نے 34 سال پرانے کیس میں 12 مارچ 2020ء کو گرفتار کیا تھا۔ ان پر الزام تھا کہ اُس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد نواز شریف کے دور میں انہوں نے "غیر قانونی طور پر" 54 کنال اراضی حاصل کی تھی۔ میر شکیل الرحمٰن کی گرفتاری کے صرف ایک روز بعد ہی جیو ٹی وی کی نشریات کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ کیبل آپریٹرز کو چینل بند رکھنے یا آخری نمبروں پر منتقل کرنے کی ہدایت دی گئی۔ اس غیر فطری، یکطرفہ اور غیر آئینی اقدام کے ذریعے نہ صرف ملک کے سب سے بڑے میڈیا گروپ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی گئی، بلکہ آزادی صحافت کے حوالے سے بھی کئی خدشات نے جنم لیا۔ میر شکیل الرحمٰن کی رہائی کے حوالے سے متعدد مقامی و بین الاقوامی مطالبات کے باوجود انہیں آٹھ ماہ سلاخوں کے پیچھے رہنا پڑا۔ بعد ازاں سپریم کورٹ نے ان کی ضمانت منظور کر کے رہا کیا۔

علاوہ ازیں ایوین فیلڈ کرپشن ریفرنس میں سزا کے خلاف مریم نواز کی جانب سے دائر اپیل کی سماعت کی کوریج کے دوران اسلام آباد پولیس نے چینل 24 کے ایک رپورٹر احتشام کیانی کو گرفتار کیا، جو نیوز کوریج کے لئے ہائی کورٹ پہنچے تھے۔ 25 فروری کو پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والے شوکت علی نے وزیر اعظم عمران خان کی "توہین" کرنے کے الزام پر نیو ٹی وی کے سیاسی طنز و مزاح پر مبنی پروگرام کے میزبان مرتضیٰ چوہدری اور مصطفیٰ چوہدری کے خلاف فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (ایف آئی اے) کے سائبر کرائم سیل میں درخواست جمع کرائی۔

سال 2020ء میں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے صحافیوں اور میڈیا کارکنان کو ان کی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی پر سب سے زیادہ نشانہ بنایا۔ غیر اعلانیہ اور پوشیدہ سنسر شپ اس وقت مزید سخت ہوتی نظر آئی جب صحافیوں کو روایتی میڈیا پر نشر یا چھپنے والی خبروں پر ہی نہیں بلکہ آن لائن یا سماجی رابطوں کی مختلف ویب سائٹس پر اپنا اظہارِ خیال کرنے پر بھی دھمکیاں اور ہراساں کیا گیا۔ یوں صحافیوں کی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی ہی ان کے لئے جرم بن گئی۔

17 جنوری 2020ء کو چینل فائیو اور روزنامہ خبریں سے وابستہ صحافی اظہر الحق وحید کو ایف آئی اے نے فیس بک پر 'ریاست مخالف' تبصرے اور سابق فوجی آمر پرویز مشرف کو تنقید کا نشانہ بنانے پر گرفتار کر کے ان کے خلاف ایف آئی آر درج کی۔

15 جولائی 2020ء کو سپریم کورٹ نے مطیع اللہ جان کی ٹویٹ کا از خود نوٹس لیا۔ بعد ازاں 21 جولائی کو اسلام آباد ہائی کورٹ نے اسی ٹویٹ پر صحافی مطیع اللہ جان کے خلاف توہین عدالت کی درخواست خارج کر دی۔

ستمبر 2020ء میں ایکسپریس ٹربیون (ای ٹی) کے صحافی بلال فاروقی کے خلاف نجی فیکٹری میں کام کرنے والے شہری نے سوشل میڈیا پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف مواد شیئر کرنے پر ایف آئی آر درج کرائی تھی۔ سینئر صحافی اور پیمرا کے سابق چیئرمین ابصار عالم اور اسد طور بھی اسی نوعیت کے واقعات کا شکار ہوئے۔ ان کے خلاف 131 پی پی سی، 124 اے، 505، 499، 20 پی ای سی

اے، اور دفعہ 6 (سنگین غداری) کے تحت اور دفعہ 499، 500، پی پی سی کے 505 اور سیکشن 11، 20 اور 37 پی ای سی اے بالترتیب، ایف آئی آر درج کی گئیں۔

سکھر میں پیش آنے والے ایک واقعہ میں سکھر پولیس نے صحافیوں امداد پھلپوٹو، ساحل جوگی، کے بی شیخ اور دیگر کے خلاف متعدد جعلی مقدمات درج کیے۔ 22 دسمبر کو سکھر ڈویژن سے تعلق رکھنے والے صحافیوں نے جھوٹے مقدمات کے اندراج کے خلاف اے آئی جی پولیس کے دفتر کے سامنے دھرنا دے کر جھوٹی ایف آئی آر کو واپس لینے اور ایس ایس پی سکھر کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا۔

3. اغواء اور غائب کرنے کے واقعات

مطیع اللہ جان کیس، توہین عدالت کی درخواست خارج ہونے کے ایک ہفتہ بعد ہی مطیع اللہ جان کو 21 جولائی 2020ء کو اسلام آباد کے سیکٹر جی–6 سے دن دہاڑے اغوا کیا گیا۔ تقریباً 12 گھنٹے بعد انہیں میڈیا تنظیموں اور صحافتی حلقوں کے شدید احتجاج کے بعد صحیح سلامت رہا کر دیا گیا۔ تاہم ان کے اغواء کے بارے میں تاحال کوئی وضاحت فراہم نہیں کی گئی ہے۔ اسلام آباد پولیس اسٹیشن میں مقدمہ درج کیا گیا، جب کہ سپریم کورٹ نے سینئر صحافی مطیع اللہ جان کے اغواء سے متعلق آئی جی اسلام آباد کی رپورٹ کو ان ریمارکس کے ساتھ مسترد کر دیا تھا کہ آئی جی کو ابھی تک جدید تقاضوں کے مطابق تفتیش کرنا نہیں آئی۔

ایک اور صحافی علی عمران سید جو جیو نیوز سے وابستہ ہیں، 23 اکتوبر کی شام ضلع مشرقی کراچی سے لاپتہ ہو گئے۔ کراچی کے نجی ہوٹل سے مسلم لیگ (ن) کے رہنما کیپٹن صفدر اعوان کی گرفتاری کی سی سی ٹی وی فوٹیج نشر کرنے کے چند گھنٹوں بعد غائب ہوئے۔ اگلے روز 24 اکتوبر کو، 22 گھنٹے گمشدہ رہنے کے بعد وہ اپنی والدہ کے گھر بحفاظت لوٹ آئے۔

4. نامعلوم فون کالز کے ذریعے ہراساں کرنے کے واقعات

صحافی احمد نورانی کو ایک ریٹائرڈ فوجی افسر اور اس کے رشتہ داروں کے کاروبار کے بارے میں تحقیقاتی رپورٹ شائع کرنے پر جان سے مارنے کی دھمکیاں موصول ہوئیں۔ سوشل میڈیا پر خبر دینے کے نتیجے میں پشاور میں مقیم رپورٹر محراب شاہ آفریدی، جو انٹرنیٹ نیوز ایجنسی، ٹرائبل نیوز نیٹ ورک سے وابستہ ہے، کو ان کے آبائی شہر لنڈی کوتل میں نامعلوم شخص کی جانب سے دھمکی آمیز فون کال موصول ہوئی۔ تفصیلات کے مطابق پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے رہنما اور ممبر قومی اسمبلی (ایم این اے) علی وزیر کے دھرنے سے خطاب کی ویڈیو جیسے ہی محراب شاہ آفریدی نے سوشل میڈیا پر شئیر کی تو انہیں مختلف مقامات سے نامعلوم افراد کی فون کالز

موصول ہونا شروع ہو گئیں۔ جن میں انہیں اور اہل خانہ کو جان سے مارنے کی دھمکیوں کے ساتھ سنگین نتائج بھگتنے کی بھی دھمکی دی گئی۔ اس نے کال کرنے والے کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی لیکن وسائل کی کمی کی وجہ بتا کر مقامی پولیس نے تحقیقات روک دی۔

فروری اور مارچ میں پیش آنے والے ایک اور واقعے میں جیو نیوز کے رپورٹر آصف علی بھٹی کو افغانستان سے مسلسل دھمکی آمیز فون آئے۔ دھمکیوں میں انہیں متنبہ کیا گیا کہ وہ ریاست اور مذہبی رہنماؤں کیخلاف رپورٹنگ بند کر دیں، بصورت دیگر اس کے اہل خانہ کو جان سے مار دیا جائے گا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے رپورٹ کرنے کے باوجود ان دھمکیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔

5. آن لائن ہراساں کرنے کے واقعات

سال 2020ء کے دوران حکمران جماعتوں کے حمایتیوں اور سوشل میڈیا ونگز کی جانب سے آن لائن ہراساں کرنے کے واقعات میں اضافہ دیکھا گیا۔ کورونا وباء کی وجہ سے دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی احتیاطی تدابیر (SOPs) پر عمل کرتے ہوئے پیشہ ورانہ ذمہ داریاں ادا کرنے کے نئے راستے تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ دیگر شعبہ ہائے زندگی سمیت میڈیا ملازمین کو بھی گھروں سے کام کرنے کی سہولت فراہم کی گئی۔ میڈیا کے کئی اداروں نے حاضر ملازمین کی تعداد (70) ستر سے (80) اسی فیصد کم کر دی۔ جہاں اس سہولت سے میڈیا میں کام کرنے والی خواتین کو آسانی پیش آئی وہیں انہیں دیگر سنگین صورتحال کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ 8 ستمبر 2020ء کو میڈیا سے تعلق رکھنے والی خواتین نے بڑی تعداد میں آن لائن ہراساں کرنے کے خلاف پٹیشن دائر کی۔ اس میں جنسی طور پر ہراساں کرنا، تضحیک کرنا بھی شامل تھے۔ پٹیشن پر 140 خواتین نے مشترکہ دستخط کئے، جن میں نسیم زہرہ، عاصمہ شیرازی، فریحہ ادریس، بتول راجپوت، مہر بخاری، غریدہ فاروقی، ماریہ میمن اور تنزیلہ مظہر بھی شامل ہیں۔

سکھ برادری سے تعلق رکھنے والی پشاور کی پہلی خاتون صحافی منمیت کورنے 8 دسمبر 2020ء کو ہراساں اور تشدد کرنے والوں کے خلاف تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ جبکہ نامعلوم عناصر کی جانب سے اس ویڈیو کو عام کرنے کی دھمکی دی گئی۔ جس میں انہیں اور ان کے شوہر کو تشدد کا نشانہ بنتے دکھایا گیا تھا۔

6. ادبی مواد کو نشانہ بنانے کے واقعات

پاکستانی نژاد برطانوی صحافی اور ممتاز مصنف محمد حنیف کے ٹویٹ کے مطابق 6 جنوری 2020ء کو کچھ سرکاری لوگوں نے ان کی کتابوں کے اشاعتی ادارے "مکتبہ دانیال" پر چھاپہ مار کر ان کی ایک دہائی پرانی شائع شدہ کتاب "اے کیس آف ایکس پلوڈنگ مینگو" کے، اردو

ترجمہ "پھٹتے آموں کا کیس" کی نقول ضبط کرلیں۔ اپنے دوسرے ٹویٹ میں انہوں نے مزید کہا کہ اس واقعے سے ایک ہفتہ قبل ہی انہیں سابق فوجی آمر جنرل ضیاالحق کے بیٹے کی طرف سے ہتک عزت کا نوٹس ملا تھا۔

15 ستمبر کو نامور پاکستانی صحافی سہیل وڑائچ کی کتاب کو کچھ حکام کی جانب سے سرورق پر اعتراض کے بعد ملک بھر کے بک اسٹالز سے ہٹا دیا گیا تھا۔ بعد ازاں اسے نئے سرورق کے ساتھ شائع کیا گیا۔

7. میڈیا ہاؤسز کی بندش اور میڈیا ملازمین کی برطرفی

بدقسمتی سے ہم جب بھی پریس کی آزادی، آزادی اظہارِ رائے، معلومات تک رسائی کے حق، میڈیا بحران اور دیگر امور کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ہم صرف صحافیوں اور میڈیا ملازمین کو درپیش مسائل کا ہی ذکر کرتے ہیں، جب کہ میڈیا ہاؤسز کو درپیش مالی اور مختلف مشکلات و مسائل کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جن کا بالواسطہ اثر صحافیوں اور میڈیا ملازمین پر بھی مرتب ہوتا ہے۔ ان مسائل میں محصولات میں کمی، سرکاری اشتہارات کی غیر منصفانہ تقسیم اور بعض علاقوں میں چند اخبارات کی ترسیل پر غیر قانونی پابندی جیسے اقدامات آزاد رائے عامہ کو روکنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

میڈیا کا معاشی بحران نیا نہیں یہ وبائی مرض کورونا وائرس کے پھیلاؤ سے قبل بھی موجود تھا، لیکن کووڈ-19 کی صورتحال کی وجہ سے یہ پہلے سے کہیں زیادہ سنگین ہو چکا ہے، میڈیا ہاؤسز یا ان کے مختلف اسٹیشنوں کی راتوں رات بندش کی وجہ سے ہزاروں صحافی اور میڈیا کارکنان بے روزگار ہوگئے۔ صحافیوں کی اکثریت تنخواہوں میں ناقابل برداشت کٹوتی اور تاخیر پر مجبور ہوگئے ہیں۔ دو میڈیا ملازمین تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے سبب معاشی دباؤ برداشت نہ کرسکے اور زندگی کی بازی ہار گئے۔

اعداد و شمار کے مطابق، گزشتہ برس بندش کا شکار اور ملازمین کو برطرف کرنے والے میڈیا ہاؤسز کی تفصیلات درجہ ذیل ہیں:

- 5 مارچ 2020ء کو لاہور سے شائع ہونے والا اردو روزنامہ ایشین نیوز مالی بحران کے باعث ایک سال اشاعت کے بعد ہی بندش کا شکار ہوگیا۔ 65 سے زائد میڈیا ملازمین اور صحافی اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔
- بزنس ٹائکون ملک ریاض نے اچانک "ناگزیر قانونی اور تکنیکی وجوہات" کی بنا پر اپریل میں اردو نیوز چینل "آپ" کو بند کرنے کا فیصلہ کیا، جس سے سینکڑوں صحافی راتوں رات بے روزگار ہوگئے۔

- 4اپریل کو وفاقی وزارت اطلاعات نے چھ ہزار سے زیادہ اشاعتوں کو ڈمی اخبارات قرار دینے کے بعد ان کی رجسٹریشن معطل کر دی۔ اسی کے ساتھ وزارت اطلاعات اور پریس رجسٹرار نے ان تمام پرنٹنگ پریس کو جہاں اخبارات چھپ رہے تھے، رجسٹریشن کی کارروائی مکمل کرنے کے لیے 15 اپریل کی مہلت دی۔ بعد ازاں 6 جون کو پریس رجسٹرار کے حکم پر غیر رجسٹرڈ اشاعتوں، پرنٹنگ پریسوں اور خبر رساں اداروں کو بند کر دیا گیا۔
- 8جون2020ء کو سرکاری ٹیلی وژن (پی ٹی وی) نے دو ملازمین کو بغیر نوٹس برطرف کر دیا۔
- 29جولائی کو مقامی ٹی وی چینل "وش" کو بندش کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے سینکڑوں میڈیا ملازمین اور صحافی بے روزگار ہو گئے۔ یہ بلوچی زبان میں پروگرام نشر کرنے والا واحد نجی چینل تھا۔
- پاکستان براڈکاسٹنگ ایسوسی ایشن (پی بی اے) نے اگست2020ء میں ریڈیو پاکستان کے 320 ملازمین کو بغیر کسی پیشگی اطلاع کے ملازمت سے فارغ کر دیا گیا بعد ازاں 21 اکتوبر 2020ء کو ریڈیو پاکستان کے مزید 749 کنٹریکٹ ملازمین کی خدمات کو کسی پیشگی اطلاع کے بغیر ختم کر دیا گیا۔
- 31 نومبر 2020ء کو خیبر پختون خواہ حکومت کی اشتہاراتی پالیسی 2018ء کے تحت معیار پر پورا نہ اُترنے والے صوبائی، علاقائی اور مقامی اخباروں کو میڈیا کی فہرست سے ہٹا دیا گیا۔
- 7 دسمبر کو پی ٹی وی کے نو منتخب چیئرمین نعیم بخاری نے بحران سے نمٹنے کے لئے سرکاری ادارے کے آٹھ کنٹریکٹ افسران کی ملازمت ختم کر دی۔
- پیمرا کی جانب سے سال2020ء میں مختلف موقعوں پر نجی نیوز چینل "24 نیوز ایچ ڈی" کی نشریات کو متعدد بار معطل کیا گیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں میڈیا ورکرز اور صحافی بے روزگار ہو گئے۔

دو میڈیا ملازمین تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے سبب معاشی دباؤ برداشت نہ کر سکے اور زندگی کی بازی ہار گئے۔ ان میں سے ایک کیپٹل ٹی وی سے وابستہ کیمرہ مین فیاض علی تھے، جو بغیر تنخواہ نوکری سے نکالے جانے پر شدید دباؤ کے باعث حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ فیاض علی 10 ماہ سے بغیر تنخواہ کام کر رہے تھے۔ جب کہ دوسرے بول نیوز کراچی ہیڈ آفس میں بطور ایسوسی ایٹ پروڈیوسر کام کرنے والے نوجوان معاذ اختر تھے، جنہوں نے تنخواہوں کی عدم ادائیگی اور گھریلو مسائل سے تنگ آ کر 5 نومبر 2020ء، کو خودکشی کر لی۔

ڈان ملازمین نے اخباری انتظامیہ کا، کارکنوں سے زبردستی مستعفی ہونے، مزدوروں کی بحالی، آٹھویں ویج ایوارڈ پر عمل درآمد نہ کرنے اور تنخواہ میں کٹوتی کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ صحافیوں، میڈیا کارکنوں، حقوق کے علمبرداروں، ٹریڈ یونینز کے نمائندوں، سیاسی کارکنوں اور سول سوسائٹی کے دیگر افراد کی ایک بڑی تعداد نے کراچی میں واقع ڈان کے مرکزی دفتر کے باہر مظاہرہ کیا اور ہارون ہاؤس سے گورنر ہاؤس کی طرف مارچ بھی کیا۔

8. دیگر مختلف ذرائع سے دھمکانے کے واقعات

پاکستانی بلاگر احمد وقاص گورایہ کو فروری میں اعلیٰ حکام کی جانب سے دھمکیاں موصول ہوئیں۔ بعد ازاں انہیں اغوا اور تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ جس پر وہ یورپ چلے گئے، تاہم 10 اپریل کو پاکستان واپس آ گئے۔

2020ء کے اوائل میں سینئر صحافی امتیاز عالم کے گھر پر ڈکیتی کی دو بار کوشش کی گئی۔ دوسری دفعہ پانچ ڈاکوؤں نے ان کے گھر میں گھسنے کی کوشش کی، تاہم جسے سیکیورٹی گارڈ نے ناکام بنا دیا۔ ڈاکوؤں نے حفاظتی کیمرے کو بھی نقصان پہچانا چاہا لیکن ان کی وڈیو کیمرے میں محفوظ ہو گئی۔ کچھ ایسا ہی واقعہ دی نیوز کے سینئر کرائم رپورٹر فراز خان اور اس کی اہلیہ کے ساتھ بھی پیش آیا جنہیں ایف بی انڈسٹریل پولیس اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ایک اور واقعے میں، 27 جولائی کو پاکستان رینجرز کے اہلکاروں نے کراچی پریس کلب کے احاطے میں داخل ہو کر پریس کلب کے تقدس کو پامال کیا۔ صرف یہ ہی نہیں، بلکہ وفاقی وزارت اطلاعات اور ان کے عملے کی جانب سے ملک بھر میں اخبارات اور پرنٹنگ ہاؤسز پر متعدد بار غیر اعلانیہ چھاپہ مار کارروائیاں بھی پیش آئیں، جنہیں میڈیا فریڈم کی تنظیموں کی جانب سے غیر اخلاقی اور پرنٹ میڈیا کو ہراساں کرنے کی حکومتی کوشش قرار دیا جا رہا ہے۔

میڈیا پر دباؤ کا سب سے حیران کن واقعہ اس وقت پیش آیا جب ایل این جی بحران سے متعلق تحقیقاتی خبروں کی اشاعت پر پیٹرولیم ڈویژن نے میڈیا پر ایل این جی بحران کا الزام عائد کیا۔

پی ٹی آئی کے سینئر رہنما جہانگیر ترین نے اینکر پرسن شاہ زیب خانزادہ اور وسیم بادامی پر ہتک عزت کا مقدمہ کرتے ہوئے دونوں صحافیوں کو ایک ایک ارب روپے ہرجانے کا نوٹس بھجوایا۔ ان کا موقف تھا کہ دونوں اینکرز نے اپنے پروگراموں میں ان پر جھوٹا الزام عائد کیا کہ ملک میں چینی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے ذمہ داروں میں شوگر مافیا سمیت جہانگیر ترین بھی اجتماعی طور پر شامل ہیں۔

پیمرا اور پی ٹی اے کا کردار

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) نے متعدد موقعوں پر، ٹی وی چینلز کو نوٹسز جاری کرکے اور غیر ضروری طور پر قانون سازی کے ذریعے میڈیا کوریج کو قابو کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان کارروائیوں کے نتیجے میں میڈیا حلقوں میں شدید اضطراب کی صورتحال پیدا ہوگئی۔

حکام کے اس عمل سے ملک بھر میں پریس کی آزادی، آزادی اظہارِ رائے، معلومات تک رسائی کے حقوق کو سنگین خطرات لاحق ہوگئے، جو آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 اور 19 اے کے مطابق ہر شہری کا بنیادی حق ہیں۔

پیمرا نے قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر اے آر وائی نیوز کے پروگرام 'آف دی ریکارڈ' اور اس کے میزبان کاشف عباسی پر 60 روز کی پابندی عائد کردی۔ پروگرام میں تحریک انصاف کے رہنما اور وفاقی وزیر برائے آبی وسائل فیصل واوڈا کی جانب سے میز پر فوجی بوٹ رکھا گیا تھا۔

نیو ٹی وی چینل پر وزیراعظم کی تنخواہ میں اضافہ سے متعلق خبروں کے حوالے سے 10 لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔

سال 2020ء کے دوران متعدد مواقعے پر ٹیلی ویژن چینلز کو آخری نمبروں پر منتقل کردیا گیا۔ 20 ستمبر کو ہونے والے پی ڈی ایم ریلی / جلسے کے دوران نشریات کو روک دیا گیا۔ بعد ازاں پیمرا نے مفرور ملزمان کی تقاریر، انٹرویوز اور عوامی خطابات کی نشریات کو غیر قانونی قرار دے کر مکمل طور پر پابندی عائد کردی۔

ایک اور واقعے میں پیمرا نے تمام الیکٹرانک میڈیا ہاؤسز کو خواتین کے عالمی دن کی رپورٹنگ کے حوالے سے خصوصی ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا کہ 8 مارچ کو ہونے والی عورت مارچ کی کوریج کے دوران نعرے، پلے کارڈ اور تقاریر نشر نہ کیے جائیں۔

25 جون 2020ء کو، پیمرا نے کوویڈ-19 کی کوریج اور رپورٹنگ کے حوالے سے بھی تمام الیکٹرانک میڈیا ہاوسز کو ہدایت نامہ جاری کیا۔

اکثر موقعوں پر پیمرا نے نجی نیوز چینل "24 نیوز، ایچ ڈی" کو متعدد بار فوری لائسنس معطلی کے ذریعے نشانہ بنایا۔ پہلی بار 3 جولائی 2020ء کو "خبروں اور حالات حاضرہ پر مبنی پروگرامز کی غیر قانونی نشریات" کے معاملے پر پیمرا نے بغیر پیشگی اطلاع کے چینل کا لائسنس فوری طور پر معطل کردیا۔ 24 نیوز چینل کے لائسنس معطلی اور پیمرا حکام کی من مانیوں کے خلاف راولپنڈی اسلام آباد یونین آف جرنلسٹ (آر آئی یو جے) کے زیر اہتمام پیمرا کے صدر دفتر کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ جس میں میڈیا کارکنوں اور صحافیوں نے بڑھ چڑھ کر شرکت کی۔ پیمرا ہیڈ کوارٹر کے محافظوں نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لئے ہوائی فائرنگ کی۔ یہ معاملہ اُس وقت حل ہوا جب لاہور ہائی کورٹ نے پیمرا کے حکم کو معطل

کرتے ہوئے چینل 24 نیوز ایچ ڈی کا لائسنس بحال کرنے کی ہدایت کی۔ 31 اگست کو پیمرا نے ایک بار پھر فوری طور پر 24 نیوز کا لائسنس معطل کر دیا۔ اس بار پیمرا کا موقف تھا کہ چینل 24 نیوز نے محرم الحرام کی خصوصی براہ راست نشریات میں عربی زبان میں "نفرت انگیز اور فرقہ وارانہ مواد" نشر کیا۔

یکم اکتوبر 2020ء کو پیمرا نے اردو میں خلاف قانون شریات کرنے پر نجی علاقائی چینل "7 نیوز" کا لائسنس معطل کر دیا۔

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) نے تمام نیوز چینلز کو لاہور موٹروے عصمت دری کے معاملے پر کوریج کرنے سے بھی روک دیا۔

11 ستمبر 2020ء کو پیمرا نے، پیمرا آرڈیننس کے سیکشن 27 کے تحت، بول انٹرٹینمنٹ کے پروگرام ٹِک ٹاک شو، پر فوری طور پر مکمل پابندی عائد کر دی۔ بعد ازاں 9 اکتوبر 2020ء کو پی ٹی اے نے 'غیر اخلاقی مواد' کے خلاف شکایات پر تفریحی ایپ "ٹک ٹاک" کو ملک بھر میں ممنوع قرار دے کر پابندی عائد کر دی۔ حکام کے اس فیصلے پر صارفین نے بھرپور مخالفت اور زبردست احتجاج کیا جس پر انتظامیہ کی جانب سے یقین دہانی کے بعد پی ٹی اے کو تفریحی ایپ "ٹک ٹاک" کو ایک انتباہ کے ساتھ "کھولنا" پڑا۔

سوشل میڈیا پر کنٹرول کرنے کیلئے قانون سازی

روایتی میڈیا کو قابو کرنے کے ساتھ ساتھ ویب ٹی وی اور اوور دی ٹاپ (او ٹی ٹی) مواد کی خدمات کے مجوزہ قواعد وضوابط کے ذریعے نئے میڈیا (سوشل میڈیا) کو بھی قابو کرنے کے لیے کوششیں کی گئیں۔ جس کی 18 سے زائد تنظیموں اور متعدد بااثر شخصیات نے مخالفت کی اور اسے غیر ضروری قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔

11 فروری 2020ء کو وفاقی کابینہ نے "سیٹیزنز پروٹیکشن (اگینسٹ آن لائن ہارم) رولز 2020ء" کی منظوری دے دی۔ حکومت کے اس اقدام کو ناقدین کی جانب سے آزادی صحافت اور آزادی اظہار رائے پر حملہ قرار دیتے ہوئے سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ انہوں نے اس ایکٹ کی منظوری کے ذریعے تمام سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ایکٹ کی بدولت حکام کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ صارفین کے شیئر کردہ مواد پر، تمام سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر جرمانہ یا پابندی عائد کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ فیس بک، واٹس ایپ، ٹوئیٹر، گوگل اور یوٹیوب سمیت دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اس بات کے پابند ہوں گے کہ وہ قانونی کارروائی یا تفتیش میں کسی بھی "نامعلوم ایجنسی" کو درکار صارفین کی تمام معلومات اور ڈیٹا فراہم کریں۔ نیز اگر پاکستانی حکام کسی بھی مواد کو "غیر قانونی" سمجھتے ہیں تو اسے 24 گھنٹوں میں ہٹا دیا جائے گا۔ بصورت دیگر مذکورہ قانون کی کسی بھی شق کی پابندی نہ کرنے پر پچاس کروڑ روپے تک جرمانہ عائد ہو گا۔

حکومت کے اس غیر آئینی اور متعصبانہ اقدام کے بعد سوشل میڈیا کمپنیوں نے پاکستان چھوڑنے کا انتباہ دیا، جس سے ملک میں آن لائن آزادی اظہار رائے کی صورتحال مزید سنگین ہوگئی۔ جس پر وزارت انفارمیشن ٹیکنالوجی نے سوشل میڈیا قوانین پر نظر ثانی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ 18 نومبر کو انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وزارت نے سوشل میڈیا کے لئے "غیر قانونی آن لائن مواد کو ختم کرنے اور مسدود کرنے (ضابطے، نگرانی اور حفاظتی اقدامات) قواعد 2020ء" کے عنوان سے قانون تشکیل دیا۔ اس اقدام کے خلاف 18 دسمبر کو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی۔ تاہم اس قانون کے نفاذ سے حکومت کو ڈیجیٹل مواد پر پابندی جاری رکھنے کا قانونی اختیار مل گیا ہے۔

سابقہ مقدمات میں پیش رفت کا جائزہ

- 8 اپریل 2020ء کو سندھ ہائیکورٹ نے ممنوع لٹریچر رکھنے اور ریاست کے خلاف نفرت پھیلانے کے الزام میں سزا پانے والے سینئر صحافی اور کراچی پریس کلب کے رکن نصر اللہ چوہدری کو باعزت بری کر دیا۔
- 2 اپریل 2020ء کو سندھ ہائی کورٹ نے ڈینیل پرل قتل کیس میں مرکزی ملزم احمد عمر سعید شیخ کو دی جانے والی سزائے موت کو کالعدم قرار دے دیا۔ 22 اپریل کو مقتول صحافی کے گھر والوں نے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ دوسری جانب حکومت سندھ نے بھی عمر سعید شیخ کی رہائی کے فیصلے کو سپریم کورٹ آف پاکستان میں چیلنج کیا۔
- 15 جون 2020ء کو کراچی پولیس نے دعویٰ کیا کہ وفاقی انٹیلی جنس ایجنسی اور پولیس نے مشترکہ کارروائی کرتے ہوئے 2011ء میں صحافی ولی خان بابر کو گولی مار کر قتل کرنے والے ملزم کامران عرف ذیشان کو نو سال بعد گرفتار کر لیا۔

☆☆☆☆